کیا پاکستان میں
مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگی؟
(مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی)
ذخیرہ کتب
محمد احمد ترازی

واقعات کی رفتار پر ایک نظر

راقم الحروف نے اب سے کوئی ڈھائی سال قبل یعنی اوائل ۱۹۵۰ء میں روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں مقالات اور اداریہ کی مسلسل دس اقساط لکھ کر پاکستان کے ارباب بست وکشاد اس نوزائیدہ ملک کے اصحاب فکر وتدبیر اور یہاں کے جمہور مسلمین کو اس حقیقت سے آگاہ ومتنبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرزائی فرقہ کے لوگ اپنی تنظیم اور دشمنان اسلام کی ظاہری اور مخفی امداد کے بھروسے پر پاکستان کے اندر مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بہت بڑا جال پھیلا رہے ہیں۔ جو آگے چل کر مسلمانان پاکستان کے لئے بدرجہ اتم تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ میں نے ان مضامین میں قادیانیت کے مذہبی دجل کا پول کھولنے کے ساتھ اس فرقہ کے پیشوا بشیر الدین محمود اور قصر مرزائیت کے رکن اعظم چوہدری سر ظفر اللہ خان کے اقوال واعمال کو سامنے رکھ کر ان کے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو ناقابل تردید حد تک ثابت کر دکھایا تھا کہ: ''سیاسی اعتبار سے ان (مرزائیوں) کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔''

اس کے ساتھ ہی راقم الحروف نے عام سیاسی بصیرت کے بل بوتے پر اس امر کی پیشگوئی کر دی تھی کہ: ''میرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ کی جائے۔ ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔''

آج میں پاکستان کے اندر رونما ہونے والے واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اس ملک کے ارباب اختیار واقتدار اور عامۃ المسلمین سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ: ''کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی؟''

حیرت انگیز واقعات

واقعات جن کی بنا پر میرے دل سے یہ سوال اٹھا ہے یہ ہیں کہ ۱۷ ار اور ۱۸ ار مئی ۱۹۵۲ء کو پاکستان کے دار السلطنت کراچی میں مرزائیوں کے ایک جلسہ عام کو کامیاب بنانے کے لئے صوبہ کراچی کی پولیس استعمال کی گئی۔ تا کہ چوہدری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، چوہدری عبداللہ خان ڈپٹی کسٹوڈین کراچی، شیخ اعجاز احمد جائنٹ سیکرٹری وزارت خوراک پاکستان، میجر شمیم اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت مال پاکستان، مسٹر احمد جان ملازم محکمہ سول سپلائی کراچی اور دیگر مرزائی سرکاری افراد اور عہدیدار مسلمانوں کو مرزائی بنانے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ مرزائیوں کے اس تبلیغی جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستانی پولیس کی بھاری جمعیت بلائی گئی۔ جلسہ عام تھا۔ اس لئے کچھ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب مرزائیت کے مبلغوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقائد پر حملے شروع کئے اور ان کے بیانات ہی نازک مذہبی جذبات کو مجروح کرنے لگے تو انہوں نے احتجاج کی آوازیں بلند کیں۔ پولیس نے جو پہلے ہی اس مقصد کے لئے بلائی گئی تھی مسلمانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ ان کو مجروح و مضروب کر کے گرفتار کر لیا۔ اس پر عوام مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں احتجاجی مظاہرے کئے۔ ان مظاہروں کو روکنے کے لئے پھر پولیس کے ڈنڈے استعمال کئے گئے اور اشک آور گیسیں چھوڑی گئیں۔

اگلے دن پھر اسی تماشے کو دہرایا گیا اور مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی طاقت کے بل پر چوہدری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی تبلیغی تقریر سننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ کراچی کے حکام کی اس حرکت پر جسے لازماً پاکستان کی مرکزی حکومت کی آشیرباد حاصل ہو گی ملک بھر میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا اور مجلس احرار اسلام نے رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کا دن یوم احتجاج مقرر کر دیا۔ تا کہ مسلمان اس روز جابجا جلسے منعقد کر کے اپنی اسلامی حکومت کے ارباب اقتدار پر ظاہر کر دیں کہ مسلمان مرزائیت کے عقائد باطلہ کی کسی تبلیغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ وہ عقائد مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے منافی اور ان کے نازک دینی احساسات کو ٹھیس پہنچانے والے ہیں۔ نیز حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ مرزائی فرقہ کو ملک کی ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تا کہ اس فرقہ کے لوگ ان منافقانہ چالوں کو استعمال کرنے سے باز آ جائیں۔ جن کے بل پر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں ہر میدان اور ہر مقام پہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور

پہنچا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دلی جذبات کے اظہار سے روکنے کے لئے پنجاب کی حکومت نے ایک عجیب وغریب پالیسی وضع کی۔ اس کے ماتحت حکام نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اس مضمون کے احکام صادر کروالئے کہ مرزائیت یا مرزائیوں اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے متعلق بھرے مجموں میں اظہار خیال کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مقصد کے لئے جلسہ منعقد کرے گا یا جلوس نکالے گا یا تقریر کرے گا اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ مسلمانوں نے حکومت کے ان احکام کا احترام کیا۔ عام جلسوں اور جلوسوں کے پروگرام معطل کردیئے اور اظہار حق کے لئے صرف اسی امر پر اکتفا کرلیا کہ مساجد کے اندر جمعتہ الوداع کے موقع پر جو اجتماعات ہوں گے وہی ان مطالبات کی تائید میں آواز بلند کر کے حکمرانوں کو حقیقت حال سے متنبہ کردیں۔ اضلاع کے حکام نے حکومت پنجاب کی طے کردہ پالیسی کے ماتحت ان لوگوں کو بھی گرفتار کرلیا جنہوں نے مساجد کے اجتماعات میں مرزائیت اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی اس طرح عامتہ الناس پر ظاہر کردیا کہ پاکستان کی سرزمین میں کوئی شخص مرزائیت اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور حکومت کے اس نادر شاہی حکم کی لپیٹ میں پبلک جگہیں نہیں آتیں۔ بلکہ ان کے گھر اور خدا کے گھر یعنی مسجدیں بھی آجاتی ہیں۔ واقعات کی یہ رفتار دیکھ کر میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ پاکستان میں کس کی فرماں روائی ہے اور یہ فرماں روائی کس قانون اور کس قاعدہ کی رو سے کی جارہی ہے؟

ان واقعات نے یہ ثابت نہیں کردکھایا کہ:

یک بام ودو ہوا کی پالیسی

۱...... مرزائیوں کے عام تبلیغی جلسوں کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت اپنی ساری طاقتیں استعمال کرے گی۔ تاکہ مرزائی کھلے بندوں پولیس کے ڈنڈوں اور فوج کی سنگینوں کے سائے میں دین حقہ اسلام کا منہ چڑائیں۔ ختم نبوت کے انکار کا پرچار کر کے مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کو مجروح کریں۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے اس انبار کی جس سے مرزائیت کا لٹریچر بھرا پڑا ہے خوب نشرواشاعت کرسکیں۔

۲...... مسلمان اگر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اس کی نشرواشاعت کے لئے اپنے تبلیغی جلسے اپنی مساجد کے اندر بھی منعقد کریں گے تو انہیں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائے گا اور کسی کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ مرزائی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کی اسلام سوز سرگرمیوں کے متعلق کوئی حرف حق زبان پر لائے۔

حکومت کی طرف سے اپنی متذکرہ صدر پالیسی کے اس عملی طور پر واضح اعلان کے بعد مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک پر کس کی فرمارروائی ہے اور ان کیفیات کو جن کا آغاز متذکرہ صورت میں ہوا ہے وہ کس حد تک برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟۔

مدنی حقوق اور دستور ماسبق

کہا گیا ہے کہ مرزائی بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور انہیں بھی اس امر کا قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کی نشرواشاعت کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح عام جلسے منعقد کریں۔ اصولی طور پر یہ بات کتنی صحیح اور کتنی خوبصورت نظر آتی ہے۔ لیکن ایسا کہتے وقت اس کے دوسرے اہم پہلو کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کسی آبادی کا کوئی گروہ مدنی آزادی کے حقوق کو اس طریق سے استعمال کرنے کا مجاز نہیں جو فساد انگریزی کا موجب ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی اپنے جن عقائد کی نشرواشاعت کا حق مانگتے ہیں۔ مرزائیوں کو عام جلسہ منعقد کرکے تبلیغی مہمیں جاری کرنے کی اجازت دینا ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ پھر فتنہ آرائی کی اس دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے ملک کی پولیس اور فوج استعمال کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ حکمران طبقے طاقت وقوت کے بل پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر مرزائیت کا دین اختیار کرلیں۔ ایسے باتدبیر ارباب حکومت سمجھ اور بوجھ سے کام لیا کرتے ہیں اور کسی نئے فتنہ کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔ چہ جائیکہ اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کے لئے پولیس اور فوج کو استعمال کرنے لگیں۔ ایسے امور میں حکمرانوں کا دستور العمل STATUSQUO یعنی حسب دستور سابق ہوا کرتا ہے۔ تاکہ نئے فتنے پیدا نہ ہوں۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران مختلف مذہبی گروہوں کے مدنی حقوق کے اجراء کے بارے میں اسی اصول کو دستور العمل بنا کر چلا کرتے تھے۔ مثلاً جھٹکا کرنا، سکھوں کا مذہبی حق تھا۔ گائے ذبح کرنا مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ تعزیہ نکالنا شیعہ مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ لیکن اس دور کے حکمران صرف ان مقامات پر ان مذہبی حقوق کے اجراء کی اجازت دیتے تھے۔ جہاں یہ حقوق پہلے سے مسلم ہوچکے تھے۔ کسی نئی جگہ پر وہ نہ تو جھٹکا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ان مدنی حقوق کے اجراء سے لوگوں کو روکنے کی وجہ محض یہ تھی کہ فتنہ وفساد کے دروازے بند رہیں۔ لیکن کراچی کے حکام نے پاکستان کی مرکزی حکومت کی آنکھوں کے سامنے شاید انہی کے ایماء سے مرزائیوں کو

جلسہ عام کرنے کی اجازت دے دی۔ جو انہیں پہلے سے حاصل نہ تھی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ حکمرانی کی طاقتیں جو اچھے مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہئیں تھیں۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے لگادیں۔ نتیجہ ہنگامہ آرائی کی شکل میں رونما ہوا اور ملک کے اندر ایسی تحریک چل نکلی جو اب اس معاملے کا دوٹوک فیصلہ کر کے رہے گی کہ اس ملک کے انتظامات سنبھالنے کا حق کس کو حاصل ہے۔ آیا مسلمانوں کو حاصل ہے جن کی غالب اکثریت اس ملک میں آباد ہے یا مرزائیوں کو حاصل ہے جن کو ملک کے اندر تو کسی قسم کا اثر اور رسوخ حاصل نہیں۔ البتہ جو اسلام کی دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز ضرور رکھتے ہیں۔

مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حکومت کراچی کے حکام نے اس بنیادی اصول کی بنا پر پاکستان میں ہر طبقہ کے افراد کو عام جلسہ منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ کراچی میں مرزائیوں کا جلسہ عام پولیس کی مدد سے کامیاب کرنا اپنا فرض منصبی خیال کیا تو پنجاب میں احرار کے جلسوں اور عام مسلمانوں کے جلسوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اسی پولیس کو اس کام پر کیوں لگادیا گیا کہ وہ جلسے منعقد نہ ہونے دے اور عوام کو اپنے مدنی حقوق سے بہرہ اندوز نہ ہونے دے۔ اگر فتنہ آرائی کے اندیشے سے مسلمانوں کے جلسے بند کیے گئے ہیں تو مرزائیوں کے جلسے اسی اندیشے کی بنا پر سب سے پہلے بند کرنے چاہئے تھے اور یہ مسجدوں کو دفعہ ۱۴۴ کی لپیٹ میں لانا ایسا نادر کارنامہ ہے جس کی نظیر تو کافر انگریز کی حکومت نے بھی اپنے صد سالہ دور حکمرانی میں مشکل ہی سے دی ہوگی۔

مسلمانوں کے مطالبات

مسلمان اپنے جلسوں میں کیا کہنا چاہتے تھے۔ صرف یہی کہ مرزائی لوگ اپنے جن عقائد کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے بدرجہ غایت اشتعال انگیز ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ انہیں خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی سے باز رکھے۔ نیز وہ چوہدری سر ظفر اللہ خان کے تدبر، کی لیاقت اور اس کی پاکستان سے وفاداری پر اعتماد نہیں رکھتے۔ اس لئے چوہدری ظفر اللہ کو وزارت ایسے ذمہ دار عہدے سے ہٹادیا جائے۔ مزید برآں وہ حکومت سے جسے وہ غلط یا صحیح طور پر اپنی حکومت سمجھتے ہیں اس مضمون کی استدعا کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کو ملک کی جداگانہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ان مطالبات میں وہ کونسا زہر بھرا تھا کہ حکومت پنجاب نے ایسے جلسے منعقد کرنے کی ممانعت کردی۔ جن کے اندر متذکرہ صدر مضامین کی آوازیں بلند کی جاتیں۔ کیا پاکستان کے حکمران ڈنڈے کی بل پر عامتہ المسلمین کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے ارباب حکومت کی طرح چوہدری ظفر اللہ خان کے حسن تدبر اور اس کی روحانیت (جیسا کہ انگریزی کے ایک مرزائی اخبار نے لکھا تھا) پر ایمان لے آئیں اور حکومت برطانیہ کی اس لاڈلی شخصیت کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔

مجھے تعجب ہے کہ چوہدری ظفر اللہ کو پاکستان کے انتظامات سنبھالنے، اول وزارت میں لیا ہی کیوں گیا اور اگر لیا گیا تو کیا وجہ ہے کہ عامتہ الناس کی طرف سے اس پر عدم اعتماد کے اس قدر اظہار کے باوجود جو گزشتہ پانچ سال کے دوران ہوا ہے اسے برطرف کیوں نہ کیا گیا؟۔

آخر وہ کون سی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر چوہدری صاحب پاکستان کے دفتر خارجہ کو قادیانیوں کی میراث بنائے بیٹھے ہیں اور اس کے بل پر ملک کے اندر اور ملک کے باہر جہاں کہیں موقع ملتا ہے مرزائیت کی تبلیغ کرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہیں لیتے۔

فتنہ انگیزیوں کی ابتداء

قصہ مختصر گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے جس نوعیت کے واقعات اس سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے ڈھائی سال پہلے جن خطرات کو محسوس کیا تھا وہ بہت قریب آگئے ہیں۔ بلکہ شروع ہو چکے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کچھ عرصہ سے اپنے مریدوں سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں عنقریب مرزائیوں کی حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین مجرموں کی طرح ان کی یا ان کے کسی جانشین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ نیز وہ اپنے مریدوں کو اس امر کی تلقین کررہے تھے کہ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کردو کہ مسلمان مرزائیوں کی طاقت شر انگیزی کا لوہا مان جائیں اور احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔

تو یہ حالات جن کے پیدا کرنے کا منصوبہ دیر سے باندھا جا رہا تھا۔ کراچی میں جلسہ عام منعقد کرنے کا فتنہ کھڑا کر کے پیدا کرنے کی ابتدا کردی گئی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ مرزا بشیر الدین محمود اور چوہدری ظفر اللہ خان پاکستان کے ارباب سیاست واقتدار میں سے اور اس کے فوجی اور ملکی حکام میں سے کس کس کو اس منصوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

البتہ حالات کی رفتار کہہ رہی ہے کہ مرزائی عنقریب ملک کے اندر درجہ اول کے فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کر پائیں گے۔ تاکہ عامتہ المسلمین کی روحوں کو کچل کر اور ان کے سروں کو پھوڑ کر پاکستان کے اندر مرزائیت کے اقتدار کو مستحکم کر لیں۔ وہ اپنے اس برے ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ جو علیم وخبیر ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے۔ وہ یہ کہ مرزائی لوگ شرارت پر کمربستہ ہیں اور وہ ملک کے اندر طرح طرح کے فتنہ برپا کر کے پاکستان کو اور پاکستان کے مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچا کر رہیں گے۔

مسلمانوں کو ابھی سے حفظ ماتقدم کی تدابیر سوچ لینی چاہئیں۔ پانی سر سے گزر گیا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔

(سہ روزہ آزاد لاہور ۳ جولائی ۱۹۵۲ء)

مساجد میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کو مسلم عوام برداشت نہیں کر سکتے

(حکومت تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کے دینی حقوق سلب کرنا چاہتی ہے)

حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی کا بیان

مولانا ظفر احمد عثمانی صدر مرکزی جمعیت علمائے اسلام نے جو جمعیت کی تنظیم جدید کے سلسلے میں جمعیت کے مقامی لیڈروں کو ضروری ہدایات دینے کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے فتنہ مرزائیت کے متعلق فرمایا کہ یہ صورت حال بڑی افسوس ناک ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کا وزیر خارجہ ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو ختم نبوت کا منکر اور اسلام میں ایک نئی رسالت کا دعویدار ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ حکومت پنجاب مرزائیت کے خلاف مسلمانوں کے اظہار خیال کی آزادی کو سلب کرنے پر تلی ہوئی ہے اور مسلمانوں کو مساجد میں بھی اظہار خیال کرنے کی آزادی حاصل نہیں۔

میں حکومت کے ذمہ داروں کو جتلا دینا چاہتا ہوں کہ مساجد میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ مساجد کی انتہائی بے حرمتی ہے۔ جس کو مسلم عوام کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ انگریزوں کے زمانے میں بھی مساجد پر کسی قسم کی پابندی کو برداشت نہیں کیا گیا۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ فوراً اپنی پالیسی میں مناسب تبدیلی پیدا کرے۔ ورنہ اس کے نتائج اس کے حق میں انتہائی مضر ثابت ہوں گے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی!

(سہ روزہ آزاد لاہور ۳ جولائی ۱۹۵۲ء)